93

مدیر کے نام

ظفر خان، پیرسدو، ضلع مردان

ڈاکٹر محمد عمر چھاپرا کے مضمون "سود: عدل اور معاشی استحکام کا دشمن" (فروری ۲۰۰۰ء) میں سودی معیشت کی خرابیاں اور غیر سودی معیشت کی خوبیاں بہت اچھی طرح بیان کی گئی ہیں مگر غیر سودی معیشت اپنانے کا طریق کار واضح نہیں کیا گیا ہے۔ اس حوالے سے جید علما اور محققین کی بے شمار کتابیں موجود ہیں مگر عام آدمی ان کا مطالعہ نہیں کر پاتا اور سود کو لعنت سمجھتے ہوئے بھی اس کے متبادل نظام کو ممکن العمل نہیں سمجھتا۔

اگر ترجمان القرآن اس پر کسی مکالمے کا آغاز کرے تو ایک بڑی ذہنی الجھن کا مداوا ہو سکے گا۔ علاوہ ازیں، زراعت جیسے شعبے پر بھی ترجمان میں کوئی خاص نہیں لکھا گیا ہے۔ یہ زرعی ملک ہے۔ اسلام کا زرعی نظام کیا ہے؟ اسلام کے نقطۂ نظر سے ملکیت کا کیا تصور ہے؟ پیداوار کا تقسیم کار کیا ہے؟ کاشتکار کے کیا فرائض ہیں اور مالک زمین کے کیا حقوق ہیں؟ یہ اور اس جیسے بے شمار پہلو ہیں جن پر اسلامی طرز زراعت کے حوالے سے معلومات کی انتہائی ضرورت ہے۔

لیفٹیننٹ جنرل (ر) صفدر بٹ، لاہور

یہ بات باعث تشویش ہے کہ ہمارے دوست ممالک ترکی، ملایشیا، انڈونیشیا اور خلیجی ریاستیں ہمارے مقابلے میں بھارت کو ترجیح دے رہے ہیں، اور تعلقات استوار کر رہے ہیں۔ محض یہودیوں، ہندوؤں اور مغرب کو الزام دے دینا کافی نہیں۔ اس مسئلے کا سنجیدگی سے تجزیہ کرنے کی ضرورت ہے۔ شاید کچھ خرابی ہماری طرف سے بھی ہے۔

ڈاکٹر سید رضوان علی ندوی، لاہور

مولانا علی میاںؒ (فروری ۲۰۰۰ء) کے حوالے سے چند مزید وضاحت طلب پہلو درج ذیل ہیں: یہ بات بھی درست نہیں کہ ۱۹۵۱ میں مولانا مرحوم ندوہ کے مہتمم مقرر ہوئے اور آخر عمر تک اس عہدے پر رہے۔ مولانا مرحوم کبھی ندوہ کے مہتمم نہیں رہے۔ ۱۹۵۱ء میں وہ حجاز، مصر و سوڈان اور اردن و شام کے سفر پر تھے، ۱۹۵۰ء اور پھر ۱۹۵۱ء کا سفر میں نے مولانا کے ساتھ ہی کیا۔ اس وقت اور بعد میں کافی برسوں تک ندوہ کے مہتمم مولانا عمران خاں ندوی بھوپالی تھے۔ البتہ سید سلیمان ندویؒ کی وفات کے بعد یعنی ۱۹۵۳ء سے مولانا مرحوم ندوۃ العلما (یعنی علما کی وہ کمیٹی جو ندوہ کے دارالعلوم کو چلاتی تھی) کے سیکرٹری تعلیمات تھے، اور ان کے بڑے بھائی ڈاکٹر سید عبدالعلی ندوۃ العلما کے ناظم یا سیکرٹری تھے۔ ۱۹۶۳ء میں ان کی وفات کے بعد اس بورڈ آف ٹرسٹیز کے ناظم یعنی سیکرٹری مولانا علی میاں مرحوم مقرر ہوئے اور وفات تک رہے۔ دارالعلوم کے مہتمم اس تمام مدت میں مختلف علما رہے۔

مولانا مرحوم کی ملاقات علامہ اقبالؒ سے پہلی مرتبہ جون ۱۹۲۹ء میں ہوئی تھی (اپنے پھوپھا مولانا طٰہٰ، پروفیسر عربک اورینٹل کالج لاہور کے ساتھ) اور اس سے قبل مولانا مرحوم، اقبال کی نظم چاند کا ترجمہ کر چکے تھے۔ اس لیے درست بات یہ ہے کہ اقبال کی نظم کا ترجمہ انھوں نے ۱۴ یا ۱۵ سال کی عمر میں کیا، جب وہ لکھنؤ یونی ورسٹی میں فاضل ادب عربی کے طالب علم تھے۔

مدیر کے نام

حسین صحرائی، ٹنڈو محمد خان

ہماری حکومت نے کئی ممالک سے مجرمین کو حوالے کرنے کے معاہدے کیے ہیں۔ تیونس، لیبیا اور دوسرے ممالک کے مجاہدین کو جنھوں نے جہاد افغانستان کے دوران جہادی سرگرمیوں میں بھرپور کردار ادا کیا، انھیں پکڑ کر ان کی حکومتوں کے حوالے کیا جا رہا ہے۔ یہ افراد مجاہدین ہیں، جب کہ ان کی حکومت کی نظر میں قابل گردن زدنی۔ کئی کو ان کے ممالک میں سزاے موت دی گئی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر ہماری حکومت انھیں، ان کے حوالے کرتی ہے اور وہ انھیں پھانسی یا فائرنگ اسکواڈ کے حوالے کر دیتی ہے تو شریعت کی رو سے ان کا خون کس کے سر ہے؟

راشد الیاس مہر، لاہور

شفاخانوں کے بارے میں ڈاکٹر غلام قادر لون کے مضمون (جولائی ۲۰۰۰ء) سے جیسے آنکھیں کھل سی گئیں۔ ہماری نسل نے تو مغرب کی برتری دیکھی ہے اور امریکہ اور یورپ کی ترقی نے ہماری آنکھیں چکاچوند کر دی ہیں۔ تاریخ کے اس طرح کے ابواب سے کچھ تسکین ہوتی ہے اور احساس کمتری دور ہوتا ہے۔ آپ کا بہت شکریہ!

عرفان احمد، منچن آباد

اخوان المسلمون اردن کے بارے میں مقالے (جولائی ۲۰۰۰ء) سے اس دور میں تحریکی جدوجہد کے بہت سے پہلو آشکار ہوئے۔ کچھ کا اطلاق اپنے حالات پر بھی کر سکتے ہیں لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ جن ممالک میں بھی غلبہ اسلام کی تحریکیں چل رہی ہیں ان کے معروضی مطالعے آپ کے رسالے میں پیش کیے جائیں، مثلاً ملائیشیا۔ یہ اس تحریک سے وابستہ لوگ لکھیں یا بہتر ہے کہ دوسرے ملک کا آدمی جائے، قیام کرے اور مطالعہ کر کے لکھے۔ عملی بصیرت حاصل کرنے کے لیے اسے ناگزیر سمجھنا چاہیے۔